جاتے ہیں۔ وہ باطل کے کسی روپ اور بہروپ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ انہی جیسے انسان جب اقتدار، اختیار یا دولت کے بل پر انہیں زیر کر لینے کی حماقت میں مبتلا ہوتے ہیں، تو انہیں اپنے رب کی دی ہوئی یہ مثال یاد آ جاتی ہے: ﴿يا أيها الناس ضرب مثل فاستمعوا له إن الذين تدعون من دون الله لن يخلقوا ذباباً ولواجتمعوا له وإن يسلبهم الذباب شيئا لايستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب○﴾ (الحج: ٧٣) ''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو، جن معبودوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے، تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور ہیں اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور''۔

ایمان جب انکار واقرار کے حقیقی مفہوم سے آشنا ہوتا ہے، تو وہ فرعون کو دربار فرعونی میں جا کر چیلنج کرتا ہے، نمرود کو اس کے قصر شاہی میں جا کر للکارتا ہے، آگ کے شعلوں میں گلزار بن کر مسکراتا ہے، مکہ کی پہاڑیوں پر چڑھ کر تمام دشمنان الٰہی کو پکارتا اور انہیں اکٹھا کر کے بے خوفی سے اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ جھوٹے اقتدار کی ہر پیشکش کو ٹھکراتا اور اس کے ہر وار کو خندہ پیشانی سے سہتا ہے۔ وہ نہ باطل کی ترغیبات سے زیر ہوتا ہے نہ اس کی قوت سے مغلوب۔ اس کے آہنی عزم کی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر باطل کبھی مدینے کی خندقوں میں سرنگوں ہوتا ہے، کبھی میدان بدر میں ۔۔۔ اور بالآخر خود اپنے مرکز کے مضبوط قلعوں میں دم توڑ بیٹھتا ہے۔

☆ اسلام کی روح انقلاب:

اسلام کی روح انقلاب اسی فلسفہ انکار واقرار میں پوشیدہ ہے۔ آج یہ روح اس لئے پژمردہ ہوگئی ہے کہ ہم نہ انکار کا حق ادا کرتے ہیں، نہ اقرار کا۔ ہم اللہ کے وجود کو تو مانتے ہیں، لیکن اس کی صفات میں ہم نے دوسروں کو بھی شریک کر لیا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا تھا کہ میں ہی ''رب السموات والأرض'' ہوں، ہم نے اسے ''رب السموات'' تو تسلیم کر لیا، لیکن ''رب الأرض'' کچھ اور لوگوں کو مان رکھا ہے۔ اس نے اقرار کرایا تھا کہ رزق، زندگی، موت، عزت، ذلت سب میرے ہاتھ میں ہے، ہم نے زبانی اس کا اقرار تو کر لیا، لیکن دوسروں کے ہاتھ میں رزق، زندگی، موت، عزت اور ذلت کا انکار نہ کر سکے۔ اس نے ہدایت کی تھی کہ صرف مجھ سے ڈرو، دوسروں سے نہ ڈرو، ہم نے اس سے ڈرنے کا زبانی اقرار تو کر لیا، لیکن دل سے دوسروں کا ڈر نہ نکال سکے اور نہ زبانی اس سے ڈرنے کا انکار کر سکے۔ ہم کلمہ طیبہ کے معاملہ میں ﴿مخلصين له الدين○﴾ (البينة: ٥) کی شرط پوری نہ کر سکے۔ منافقت دیمک کی طرح ہماری روح ایمان کو چاٹ گئی۔ جب تک انکار اور اقرار کا حقیقی مفہوم ہمارے شعور وادراک میں اجاگر نہ ہوگا، ہم کلمہ طیبہ کی عائد کردہ ذمہ داری کبھی پوری نہ کر سکیں گے۔

[بشکریہ: ادارہ مطبوعات تکبیر، کراچی]

آدابِ دعا اور دعائے قنوت

عبد الوہاب خان

آج ملت اسلامیہ انفرادی اور اجتماعی ہر لحاظ سے زبوں حالی کی شکار ہے۔ مسلمان اقلیتیں تو کفار کے مظالم میں پس ہی رہی ہیں، پر ان کا آسرا بننے والی اسلامی حکومتیں بھی ذہنی، سیاسی، دفاعی، معاشرتی اور معاشی میدانوں میں کفر کی غلامی میں مبتلا ہیں۔

بعض اہل توفیق امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی عظمت واپس حاصل کرنے کے لئے **جہاد فی سبیل اللہ** کے میدان میں جان و مال کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر مسلمان انفرادی سطح پر مجاہدین سے ہمدردانہ جذبات اور دعاؤں پر قانع ہیں۔

لیکن اجتماعی سطح پر حالت نہایت ابتر ہے۔ طوالت اقتدار اور ڈالر و پونڈ کی لالچ میں آکر نام نہاد مسلمان حکمران اسلام دشمن طاقتوں سے اس حد تک مرعوب ہیں کہ دینی تعلیم اور جہاد فی سبیل اللہ پر دہشت گردی کی تہمت لگا کر پابندی لگانے کی سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ بعض چوٹی کے مجاہدین تو ایسے ہیں، جن کا نام لینے سے بھی ہمارے حکمران لوگ ہچکچاتے ہیں۔ امت مسلمہ کی اس قابل رحم صورت حال کے پیش نظر دعا کی اہمیت، آداب اور بعض ادعیہ قنوت پیش کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ عالم اسلام کا ہر فرد کم از کم اپنے دین اور مستقبل کے ساتھ اتنی خیر خواہی ضرور کرتا رہے کہ رب ذوالجلال کے سامنے ہاتھ پھیلا کر عاجزی اور انکساری سے فریاد جاری رکھے۔

اہمیت دعا:

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا " **الدعاء هو العبادة**" یعنی دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ **وقال ربكم ادعوني استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرينO**﴾ (المؤمن / ٦٠) "اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعائیں کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔ (ابو داؤد ٢/ ١٦١، ترمذی ٥/ ٤٢٦ و قال: حسن صحيح)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**من لم يدع الله سبحانه غضب عليه**" (مسند احمد ٢/ ٤٤٣، ابن ماجه ٢/ ١٢٥٨ حسنه الالباني) "جو کوئی اللہ پاک سے دعا نہ مانگے، اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " **ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل ، فعليكم عباد الله بالدعاء**" (ترمذی ٥/ ٥١٥۔ ٥١٦ حسنه الالباني) "یقیناً دعا فائدہ دیتی ہے ایسی مصیبتوں سے چھٹکارا دینے میں جو آ چکی ہیں اور ان مصائب سے بچانے میں بھی جو نہیں آئی ہیں۔ پس اے اللہ کے بندو دعا کو لازم پکڑو"۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہادی برحق ﷺ نے فرمایا " **ليس شئ اكرم على الله تعالى من**

الدعاء" (ترمذی ٥/٤٢٥ و قال حسن غریب ، وحسنه الالبانی) "اللہ پاک کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز قابل قدر نہیں"۔

آداب دعا:

(١) دعا صرف اللہ پاک سے کرنی چاہئے:

انسان کو دنیاوی زندگی میں مختلف قسم کے مسائل درپیش آ سکتے ہیں، مثلاً کسی غریب کو مال کی ضرورت ہے، ایک مسلمان کو کسی مسئلے کا شرعی جواب درکار ہے، کسی اندھے کو سڑک پار کرنے کے لئے رہنمائی کی حاجت ہے، کسی مریض کو علاج کی تلاش ہے۔

ہر انسان فطرتی طور پر ان مسائل کے حل کے لئے حتی الوسع مادی وسائل طلب کرتا ہے۔ غریب کسی سخی سے، مستفتی کسی عالم دین سے، اندھا کسی ہمدرد شخص سے اور مریض کسی حکیم یا ڈاکٹر سے رجوع کرتا ہے۔ اور اللہ پاک کی شریعت میں ایسا کرنے کی اجازت اور ان مسائل کے حل کرنے میں اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں علم، مال، عقل اور صلاحیت استعمال کرنے کی ترغیب اور فضیلت ہے۔ فرمان الہی ہے ﴿**وتعاونوا على البر والتقوى**﴾ (المائدة ٢) "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو"۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "**من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته**" "جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہو، اللہ پاک اس کی حاجت پوری کر رہا ہوتا ہے"۔

اگر انسان کو یہ مادی وسائل مہیا نہ ہو سکیں یا یہ وسائل اس کی مشکل دور کرنے سے عاجز آئیں، تو انسانی فطرت بے ساختہ طور پر غیر مادی وسائل کی طلب گار ہوتی ہے۔ دین اسلام کی واضح ترین تعلیمات کے مطابق ہر حاجت پوری کرنے اور ہر مشکل آسان کرنے کا اختیار و اقتدار صرف اللہ وحدہ لاشریک کے پاس ہے۔ لہذا صرف اسی ذات واحد سے دعا کی جائے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿**ادعوني استجب لكم**﴾ صرف اسی سے فریاد کی جائے، اور صرف اسی پر بھروسہ رکھا جائے اور صرف اسی سے امید رکھی جائے، اور نماز کی ہر رکعت میں اسی درس توحید ﴿**إياك نعبد و إياك نستعين**O﴾ کی یاد دہانی کروائی جاتی ہے۔

اللہ پاک کے سوا کسی بھی مخلوق کو غیر مادی وسائل کا مالک یعنی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مدد کے لئے پکارنا "شرک" کی واضح ترین صورت ہے۔ جو اللہ کی شریعت میں سب سے بڑا گناہ اور ناقابل معافی جرم ہے ﴿**إن الله لايغفر أن يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء**﴾ (النساء: ٤٨، ١١٦)۔

(٢) دعا مکمل عزم اور قوی امید کے ساتھ کرنی چاہئے:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بے شک اللہ تعالی فرماتا ہے "**انا عند ظن عبدي بي و انا معه اذا دعاني**" (صحيح مسلم مع النووي ١٧/١١) "میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہی ہوتا ہوں اور جب بھی وہ مجھے پکارے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں"۔ نیز وہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "**يستجاب لاحدكم مالم يعجل، يقول دعوت فلم يستجب لي**" (موطأ برواية

اللیثی ١٠٥، بخاری مع الفتح ١١/ ١٤٥، مسلم ١٧/ ٥١) ''تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوسکتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے، یعنی وہ مایوس ہوکر کہے کہ میں نے دعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی''۔

مطلب یہ کہ اللہ سے ہر دم قبولیت کی امید رکھنی چاہئے۔ اور قبولیت میں تاخیر سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

(۳) دعا حضوری قلب اور مکمل توجہ کے ساتھ مانگنی چاہئے :

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا " **ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة،واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه**" (ترمذی ٥/ ٤٨٣ و حسنه الالبانی) ''قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے (مکمل توجہ کے ساتھ) اللہ سے دعا کیا کرو، اور یہ حقیقت جان لو کہ اللہ ایسے شخص کی دعا کو قبول نہیں کرتا جس کا دل غافل ہو، اور بے توجہی کا شکار ہو''۔

(۴) زمانۂ خوشحالی کی دعا بدحالی میں قبولیت کی ضامن ہے :

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**من سره أن يستجيب الله له عند الشدائد والكُرَب فليكثر الدعاء في الرخاء**'' (ترمذی ٥/ ٤٣١ وحسنه الألبانی) ''جسے یہ خواہش ہو کہ اللہ پاک تکلیفوں اور مصیبتوں کے وقت اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشے تو اسے چاہئے کہ خوش حالی کے وقت اللہ سے خوب دعا میں کرتا رہے''۔

(۵) دعا پختگی کے ساتھ کرنی چاہئے، اس میں "ان شاء اللہ" نہیں کہنا چاہئے :

حضرت انسؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: '' **اذا دعا احدكم فليعزم المسألة ولا يقولن : اللهم ان شئت فا عطني، فانه لا مستكره له** '' (بخاری ١١/ ١٤٤، موطا ٥ ١٠) ''جب بھی تم میں سے کوئی دعا کرے تو پختہ عزم کے ساتھ مانگنی چاہئے اور ہرگز اس طرح نہیں کہنا چاہئے ''اے اللہ اگر تو چاہے تو دے''۔ یقیناً اللہ پر جبری کرنے والا کوئی نہیں''۔

(۶) کسی دنیاوی آزمائش کی دعا نہیں مانگنی چاہئے :

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی، بے چارہ بہت بدحال ہو چکا تھا۔ اس کی عبرت ناک حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تو کوئی ایسی دعا مانگا کرتا تھا''؟ وہ بولا: ''جی ہاں میں یہ دعا کرتا تھا ''اے اللہ قیامت میں تو نے مجھے جو بھی سزا دینی ہے وہ مجھے جلدی اسی دنیا میں دیجئے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''**سبحان الله،لا تطيقه أفلا قلت '' اللهم آتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار**'' سبحان الله! تم اسکی طاقت نہیں رکھتے۔ کیوں نہ تم نے یہ دعا مانگی ''اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اللہ سے اس کے حق میں دعا فرمائی، تب اللہ نے اسے شفا عطا فرمائی۔ (مسلم ١٧/ ١٣)

(۷) دشمن سے جنگ چھڑنے کی دعا بھی نہیں کرنی چاہئے :

عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی جنگ کے روز فرمایا: ''**لا تتمنوا لقاء العدو و**

اسالوا الله العافية ، فإذا لقيتموهم فاصبروا ، واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف" (بخاری ۱۸۱.۱۴۰/۶ مسلم ۴۷/۱۲)''دشمن سے جنگ کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو۔ لیکن اگر دشمن سے سامنا ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ بے شک جنت تلواروں کے سائے تلے ہے''۔

(۸) دعا میں بھی اعتدال ضروری ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿**ادعوا ربكم تضرعا و خفية إنه لا يحب المعتدين**O﴾(الأعراف:۵۵)''اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خاموشی سے پکارا کرو، بیشک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے بیٹے کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا (اللهم إني أسألك الجنة و نعيمها و بهجتها و كذا و كذا......) ''یعنی اے اللہ! بے شک میں تجھ سے جنت طلب کرتا ہوں اور جنت کی نعمتوں اور رونقوں اور فلاں فلاں ...... چیزوں کا تقاضا کرتا ہوں''۔

یہ سن کر انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ''عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے جو دعا میں حد سے تجاوز کریں گے''۔(ابوداؤد ۲ / ۱۶۲)

اس طرح کے تجاوزات سے بچنے کے لئے قرآن واحادیث میں وارد دعاؤں پر اکتفا کرنا اکسیر ہے۔

(۹) دعا میں پرتکلف وزن اور قافیہ سے اجتناب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں'' دیکھو دعا کو پرتکلف ہم وزن اور ہم قافیہ کرنے سے بچو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو اس سے اجتناب کرتے ہوئے پایا ہے۔(بخاری ۱۱ / ۱۴۳)

قرآن وحدیث کی دعائیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ یہی اللہ پاک کے ہاں نہایت پسندیدہ ہے، اور انہی میں مطلوبہ اعتدال بھی ہے، اور یہ مصنوعی سجع اور تکلف سے پاک بھی ہیں۔

(۱۰) دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا چاہئے:

''دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا سنت ہے''۔(دیکھئے بخاری ۱۱/ ۱۴۶) اور دعا میں رفع الیدین کی احادیث معنوی اعتبار سے متواتر ہیں۔(تیسیر مصطلح الحدیث ۲۰)

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔''**إن الله حيي كريم، يستحيي إذا رفع الرجل إليه يديه أن يردهما صفرا خائبتين**'' (ترمذی ۵/ ۵۲۰ حسن غریب ، ابن ماجه ۲ / ۱۶۷۱) "بے شک اللہ بہت حیادار سخی ہے جب آدمی اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے، تو ان ہاتھوں کو خالی اور نامراد واپس لوٹانے سے شرم کرتا ہے''۔

(۱۱) دعا درمیانی آواز میں ہونی چاہئے:

حضرت عروۃ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ'' آیت کریمہ ﴿**ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا**O﴾(الاسراء ۱۱۰) دعا سے متعلق نازل ہوئی ہے''۔(موطأ بروایة اللیثی ص ۱۰۶) اس لحاظ سے آیت کا معنی یہ ہے ''نہ اپنی دعا زیادہ بلند آواز سے کر، اور نہ بالکل پست آواز سے، بلکہ دونوں